مولانا محمد حنیف اللہ پھلواروی کراچی

خلفائے راشدین کی رواداری

رعایا پروری کا یہ بلند مقام تاریخ میں
کسی قوم کو
حاصل نہیں ہو سکا

صدیق اکبرؓ ـــ فاروق اعظمؓ ـــ عثمانؓ ـــ علیؓ

اسلام نے جہاں دیگر معاملات میں مسلمانوں کی رہنمائی کی ہے وہاں مسلمانوں کیلئے ایک مکمل نظام حکومت بھی پیش کیا جس کی رو سے مسلم حکمرانوں کو ہدایت کی گئی ہے کہ وہ مذہبی اختلاف کی بناء پر رعایا کے کسی فرد کے ساتھ بھی کسی قسم کی زیادتی نہ کریں۔ چنانچہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم ذمیوں یعنی غیر مسلم رعایا کے حقوق کے بڑے محافظ تھے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین، سلاطین اسلام اور امرائے سلطنت ذمیوں یعنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ بڑی نرمی کا سلوک کرتے تھے، اور اگر کوئی مسلمان خواہ کسی درجہ اور مرتبہ کا کیوں نہ ہو ذمیوں کو نقصان پہنچاتا تھا۔ تو اس کی بڑی سختی کے ساتھ باز پرس کی جاتی تھی۔ جنگ کے زمانہ میں غیر مسلموں کے حقوق اور حفاظت کا بڑا خیال رکھا جاتا تھا۔ غرض کہ مفتوحہ ممالک میں غیر مسلموں کے ساتھ جو ہمدردانہ سلوک کیا جاتا تھا وہ تاریخ میں آپ ہی اپنی مثال ہے۔

ایک عیسائی محقق تھامس میتھیو کے بیان کے مطابق "رعایا پروری میں خلفائے راشدین کو جو بلند مقام حاصل ہے وہ انسانی تاریخ میں کسی قوم کو حاصل نہیں ہو سکا۔ ان کے عہد میں مسلمانوں کی طرح غیر مسلم مستحقین پر بھی سرکاری خزانوں کے دروازے کھلے رہتے تھے، اور غریب غیر مسلموں کو نہ صرف جزیہ کی ادائیگی ہی سے مستثنیٰ کر دیا جاتا تھا۔ بلکہ ان کی ضروریات کی کفالت بھی کی جاتی تھی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ | خلیفۂ اوّل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ان

یہودیوں اور نصرانیوں کا جن سے مسلمانوں کا معاہدہ ہو، خون بہا آزاد مسلمان کے برابر قرار دیتے ہیں۔

آپ کے عہد خلافت میں جو پہلی فوج حضرت اسامہ بن زیدؓ کی سرکردگی میں رومیوں کے مقابلہ کے لئے شام کی طرف بھیجی گئی تھی۔ اس کی روانگی کے وقت آپ نے اسامہ کو جو ہدائتیں کیں، ان سے بخوبی اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خلفائے راشدین کا طرز عمل اپنے آقائے نامدار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستور العمل سے مشابہ تھا۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"فریب، خیانت اور دغا نہ کرنا۔ مثلہ سے پرہیز کرنا۔ ایسا نہ ہو کہ عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل کر ڈالو ۔۔۔ تمہیں بہت سے ایسے لوگ بھی ملیں گے جو عابد اور گوشہ نشین ہوں گے، ان پر کسی طرح کی سختی نہ کرنا۔"

اسی طرح دوسری فوجوں کے رخصت کرتے وقت مفید ہدایتیں فرماتے تھے۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں عراق کا مشہور شہر حیرہ فتح ہوا وہاں کے مسیحی باشندوں نے حضرت خالد بن ولیدؓ سے امان چاہی۔ معاہدہ صلح میں لکھا گیا تھا کہ

"حیرہ والوں کی خانقاہیں اور گرجے منہدم نہ کئے جائیں گے، ان کا کوئی محل مسمار نہ ہو گا، نہ کسی قلعہ کو برباد کیا جائے گا۔ نہ سنکھ ناقوس بجانے سے ان کو روکا جائے گا، اور نہ ان کو عید کے روز صلیب نکالنے سے منع کیا جائے گا، ان کے بوڑھے، ان کے بچے، ان کی عورتیں اور مریض و محتاج جزیہ دینے سے مستثنیٰ رہیں گے۔"

جزیہ کی شرح نہایت آسان تھی اور اس سے بھی بکثرت ذمی مستثنیٰ کر دئے جاتے تھے۔ چنانچہ حیرہ کے سات ہزار باشندوں میں ایک ہزار بالکل مستثنیٰ تھے، اور باقی سے دس دس درہم سالانہ لیا جاتا تھا۔ اور اپاہج اور نادار ذمیوں کی کفالت کا بیت المال ذمہ دار تھا۔ (کتاب الخراج بحوالہ تاریخ اسلام شاہ معین احمد ندوی)

ایک غیر مسلم عورت نے کچھ اشعار مسلمانوں کے ہجو میں گائے۔ مسلمان حاکم نے اس عورت کو اسکی اس حرکت پر سزا دی۔ جب آپ کو اس کی خبر ہوئی تو اس حاکم کو تحریر فرمایا:

"جب ہم نے اس کے شرک و کفر سے درگذر کیا تو ہجو تو شرک سے بہرحال کم ہے۔"

ایک مرتبہ عراق کے عیسائیوں نے وہاں کے حاکم کے بارے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے شکایت کی کہ یہ حاکم عیسائیوں کے ساتھ زیادتی کرتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے تحقیق حال کے بعد اس حاکم کو لکھا :-

"تم کو معلوم ہونا چاہیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نصیحت کی ہے کہ ہم غیر مسلموں کے حقوق کا تحفظ کریں۔ تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم کو پس پشت ڈال دیا۔ اس کے لئے تم کو جواب دہ ہونا ہوگا۔"

س حاکم کو دربار خلافت میں طلب کیا گیا۔ اور عہدہ سے الگ کر دیا گیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ | خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، نے اپنے مشہور سپہ سالار حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو جب وہ شام میں رومیوں سے جہاد کر رہے تھے، ایک فرمان لکھا تھا، اس میں تحریر تھا۔

"ذمیوں پر ظلم نہ کرنے، ان کو نقصان پہنچانے اور ان کا مال ناجائز طور پر کھانے سے مسلمانوں کو روکا جائے اور تم نے ان کو جتنے حقوق دئیے ہیں اور ان کے سلسلے میں جو شرطیں طے کی ہیں، ان سب کو پورا کرو۔"

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت میں جتنے ممالک فتح ہوئے وہاں کے غیر مسلموں کی عبادت گاہیں توڑی نہیں گئیں، نہ اُن سے کسی قسم کا تعرض کیا گیا۔ حضرت امام ابو یوسفؒ تحریر فرماتے ہیں کہ آپ کے عہد خلافت میں مسلمانوں نے شہر دمشق کا محاصرہ کر رکھا تھا۔ حضرت خالد پانچ ہزار فوج کے ساتھ باب المشرق پر تھے۔ موقع پاکر فصیل پر چڑھ گئے اور اندر اتر کر دروازہ توڑ دیا۔ مسلمان شہر میں داخل ہوگئے۔ یہ دیکھ کر رومیوں نے شہر پناہ کے دروازے کھول دئے۔ اور حضرت ابوعبیدہ سے صلح کر لی۔ حضرت خالد کو اسکی کوئی خبر نہیں تھی۔ حضرت ابو عبیدہ صلح کے ذریعہ شہر میں داخل ہوئے۔ دوسری طرف سے حضرت خالد فتح کرتے ہوئے حضرت ابو عبیدہ سے وسط شہر میں ملاقات ہوئی تو صلح کی اطلاع دی۔ حالانکہ یہ صلح حضرت خالد کے مشورہ سے نہیں ہوئی تھی، لیکن مفتوحہ حصہ بھی رقبۂ صلح میں شامل کر دیا گیا۔ یعنی مال غنیمت اہل شہر کو واپس کر دیا گیا۔ اور قیدی چھوڑ دئے گئے۔

دمشق پر مسلمانوں کے قبضہ کے بعد جب شہر کے باشندوں میں مکانوں

کی تقسیم کی خدمت ابن فاتک کے سپرد کی گئی تو ذمیوں کی حفاظت میں اتنا اہتمام کیا گیا کہ ان کو دمشق کے بالائی حصہ میں کردیا گیا۔ اور مسلمانوں کو زیریں حصہ میں کردیا گیا اور مسلمانوں کو زیریں حصہ میں کردیا گیا، تاکہ وہ ذمیوں کو نقصان نہ پہنچا سکیں۔

مصر کی جنگوں میں بڑی تعداد میں عیسائی گرفتار ہوئے۔ فاتح مصر حضرت عمرو بن العاص نے امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ ان قیدیوں کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ امیر المومنین نے ہدایت فرمائی کہ "اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے۔ جو مسلمانوں کو حاصل ہیں۔ اگر وہ اسلام قبول کرنا منظور نہ کریں تو انہیں جزیہ دینا ہوگا۔ یہ قیدیوں کی مرضی پر منحصر ہے۔ وہ جو صورت چاہیں اختیار کریں۔

حضرت عمرو بن العاص نے تمام قیدیوں اور عیسائی سرداروں کو جمع کیا۔ ایک جانب مسلمان بیٹھے اور دوسری جانب عیسائی۔ درمیان میں قیدی رکھے گئے۔ حضرت عمرو بن العاص نے امیر المومنین کا فرمان پڑھ کر سنایا۔ بہت سے عیسائیوں نے اسلام قبول کیا۔ اور بہت سے اپنے قدیم مذہب پر قائم رہے۔ ایک ایک قیدی سے دریافت کیا جاتا۔ جس وقت کوئی عیسائی اسلام قبول کرتا تو مسلمان اللہ اکبر کا نعرہ بلند کرتے اور اسے اپنی جانب بٹھا لیتے اور جب کوئی قیدی اپنے قدیم مذہب پر قائم رہنے کی خواہش ظاہر کرتا تو عیسائی خوشی کا نعرہ بلند کرتے۔

دینی امور میں مصر کے باشندوں کو پوری آزادی دی گئی۔ جان، مال، عزت ہر چیز کی حفاظت کا اطمینان دلایا گیا۔ حتیٰ کہ عیسائیوں کا پیشوائے اعظم بنیامین کو جو تیرہ سال سے رومیوں کے خوف سے روپوش تھا۔ حضرت عمرو بن العاص نے بلوا کر اسے اپنے منصب پر مامور کیا اور گرجاؤں کے متعلق جو کچھ رعائتیں طلب کیں ، دی گئیں۔ مذہبی آزادی ملنے پر عیسائیوں نے بڑی خوشیاں منائیں اور گرجوں میں تقریریں ہوئیں۔ اسقف باسلی نے اپنی تقریر کے دوران میں کہا :

"رومیوں کے دیرینہ مظالم کے بعد آج میں اسکندریہ میں نجات و طمانیت کا دورہ دیکھ رہا ہوں۔"

مسلمانوں کی نگاہ میں یہودی، نصرانی، مشرک، ستارہ پرست، سب یکساں تھے۔ اور مسلمان ہر ایک کے ساتھ ہمدردی اور محبت کا برتاؤ کرتے تھے۔ مسلمانوں کے حسن سلوک

اور مساوات کو دیکھ کر غیر مسلم جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہوتے اور رفتہ رفتہ عربی بلکہ عربی زبان بھی اختیار کرنے لگے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمانہ بعد میں مصری اسلامی تہذیب کا ایک بڑا مرکز بن گیا۔

جب مسلمانوں نے اسکندریہ فتح کیا تو اسلامی فوج کے کسی شخص کے تیر سے حضرت عیسیٰ کے مجسمہ کی ایک آنکھ ٹوٹ گئی۔ اس واقعہ سے اسکندریہ کے عیسائیوں کو سخت رنج ہوا، وہ لوگ مسلمانوں کے سردار حضرت عمرو بن العاص کے پاس گئے اور کہا کہ تمہارے آدمی نے مجسمۂ مسیح کی آنکھ پھوڑ دی ہے، تم بھی اپنے پیغمبر محمد کا مجسمہ بناؤ، اور ہم لوگ اس کے عوض میں اس مجسمہ کی آنکھ پھوڑ دیں۔ مسلمانوں کے سردار نے کہا کہ "یہ بالکل لغو سی بات معلوم ہوتی ہے۔ بہتر یہ ہے کہ مجسمہ کی آنکھ پھوڑنے کی بجائے تم کسی مسلمان کی آنکھ پھوڑ دو۔"

ایک عیسائی اس کے لئے تیار ہو گیا۔ خود مسلمان کے سردار نے اپنا خنجر اس عیسائی کو دے کر کہا کہ "میری آنکھ حاضر ہے اسے تم پھوڑ دو۔" مسلمان سردار کا یہ انصاف دیکھ کر عیسائی کے ہاتھ سے خنجر گر گیا۔ اور اس حرکت سے باز آیا۔

مورخ اسلام ابن خلدونؒ تحریر فرماتے ہیں کہ "حضرت عمرو بن العاصؓ مصر میں اپنے محل کے عام لوگوں کے ساتھ زمین پر بیٹھا کرتے تھے۔ جب مقوقس (بادشاہ مصر) ان کے پاس آتا تو اس کے بیٹھنے کے لئے کہار تخت سے کر آتے تھے اور وہ بادشاہوں کی طرح عمرو بن العاص کے پاس تخت ہی پر بیٹھتا تھا۔ چونکہ مقوقس ذمی تھا۔ اور مسلمان اپنے عہد و پیمان کا لحاظ کرتے تھے، اور دنیاوی شان و شوکت ابھی تک ان کی نگاہوں میں کچھ وقعت نہیں رکھتی تھی، اس لئے مقوقس کی اس حرکت پر کبھی کسی نے تعرض نہ کیا۔

حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے بیت المقدس کا محاصرہ کیا۔ محاصرہ سے پریشان ہو کر بیت المقدس کے پادریوں نے اس شرط پر صلح کی کہ شرائط خود خلیفہ کے ذریعہ طے ہوں۔ چنانچہ ابو عبیدہؓ کی طلب پر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیت المقدس تشریف لے گئے۔

امیر المومنین شہر بیت المقدس کے قریب پہنچے تو ایک عیسائی آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ "میں ایک ذمی ہوں، یہ سامنے میرا باغ ہے۔ آپ کی فوج کے کچھ لوگ باغ کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔" امیر المومنین حضرت عمر فوراً باغ کے پاس گئے، دیکھا کہ حضرت ابو ہریرہ باغ سے انگور لئے جا رہے ہیں۔ امیر المومنین نے ان کو ٹوکا۔ حضرت

ابوہریرہؓ نے کہا ـــــ "ہم لوگ بھوکے تھے۔" حضرت عمر باغ میں گئے تو وہاں بھی کچھ لوگوں کو پایا۔ آپ نے اسی ذمی کو اپنے پاس بلایا۔ اور باغ کی قیمت دریافت کر کے اس کی قیمت ادا کر دی۔

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ذریعہ بیت المقدس کے باشندوں کے لئے جو صلح نامہ لکھا گیا، اس میں تحریر تھا:

"ایلیا اور بیت المقدس والوں کی جان، مال، گرجے، صلیب، بیمار، تندرست سب کو امان دی جاتی ہے۔ ان کے گرجاؤں میں سکونت نہ کی جائے گی، اور نہ وہ ڈھائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ ان کے احاطوں کو بھی نقصان نہ پہنچایا جائے گا۔ نہ ان کی صلیبوں اور مالوں میں کسی قسم کی کمی کی جائے گی، نہ مذہب کے بارے میں کسی قسم کا تشدد کیا جائے گا۔"

تاریخ جنگ صلیبی میں میشو لکھتا ہے:

"جس وقت حضرت عمرؓ نے بیت المقدس کو فتح کیا، انہوں نے عیسائیوں کو کسی طرح کی تکلیف نہیں دی۔ اس کے برخلاف جب صلیبیوں نے اس شہر پر قبضہ کیا تو انہوں نے نہایت بے رحمی سے مسلمانوں کا قتل عام کیا اور یہودیوں کو جلا دیا۔"

مشہور انگریز مورخ گبن لکھتا ہے:

"خلیفہ عمر نے بیت المقدس تو فتح کیا، لیکن اس کے باشندوں پر نہ تو دست اندازی کی اور نہ ان کے مذہب میں مداخلت کی۔ شہر کا ایک حصہ عیسائیوں، پادریوں اور اسقف اعظم کے لئے مخصوص کر دیا گیا، اس تحفظ کے بدلے عیسائیوں کو محض دو دینار (ایک دینار = چھ روپے) فی کس ٹیکس سالانہ کے طور پر دینا پڑتے تھے۔ بیت المقدس کی زیارت لوکنے کی بجائے مسلمانوں نے اسے فروغ دیا۔ تاکہ آمد و رفت کے ذریعہ تجارت کی افزونی ہو۔ اس کے چار سو ساٹھ سال بعد جب یہ مقدس شہر دوبارہ یورپ کے مسیحی مجاہدوں کے ہاتھ میں پہنچ گیا تو مشرقی عیسائی عرب خلفاء کی روادار حکومت کو یاد کرتے تھے۔"

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جب قیامہ کے کنیسہ میں تشریف لے گئے اور

وہاں نماز کا وقت آگیا تو وہیں بطریق سے فرمایا: "میں نماز پڑھنا چاہتا ہوں۔" بطریق نے کہا "امیر المومنین! اسی جگہ نماز پڑھ لیں۔" آپ نے انکار فرمایا۔ بطریق قسطنطین کے گرجے میں نماز پڑھنے کے لئے لے گیا، لیکن آپ نے وہاں بھی نماز نہیں پڑھی۔ آپ نے گرجے کے باہر دروازے پر نماز پڑھی اور بطریق سے فرمایا "میں نے گرجے میں اس لئے نماز نہیں پڑھی کہ مسلمان آئندہ اس دلیل پر کہ عمر نے اس گرجے میں نماز پڑھی تھی، اس پر قبضہ نہ کر لیں۔ اس کے بعد ایک تحریر لکھ کر بطریق کے حوالہ کی جس میں لکھا تھا کہ "کوئی مسلمان گرجے کی سیڑھیوں پر اذان اور جماعت کے ساتھ نماز نہیں پڑھ سکتا۔ البتہ تنہا پڑھ سکتا ہے۔"

حضرت خالد نے غانات کے پادری سے حسب ذیل شرائط پر صلح کر لی تھی:

"ان کے گرجے نہ برباد کئے جائیں گے۔ وہ بجز اوقات نماز کے شب و روز میں جب چاہیں ناقوس بجائیں اور تمام تہواروں میں صلیب نکالیں۔"

چوگان کھیلنے میں والئ مصر حضرت عمر بن العاص کے گھوڑے سے ایک قبطی رئیس نے اپنا گھوڑا نکال دیا۔ حضرت عمر بن العاص کے بیٹے عبداللہ نے طیش میں آکر قبطی کو کوڑے سے پیٹ دیا۔ قبطی نے مدینہ منورہ جاکر امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضہ سے شکایت کی۔ امیر المومنین نے دونوں باپ بیٹوں کو مصر سے طلب کیا، اور قبطی کے ہاتھ میں کوڑا دے کر کہا "ان میں سے جس نے تجھ کو کوڑا مارا ہو تو بھی اسی قدر مار۔" قبطی نے عبداللہ کو کوڑے لگائے۔ حضرت عمر رض نے عمر بن العاص کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ "ان پر بھی۔" قبطی نے کہا "نہیں، یہ تو میرے مربی ہیں۔"

ایک بار والئ مصر عمر بن العاص کے بیٹے نے کسی غیر مسلم کاشت کار کو کوڑے سے مار دیا۔ اس نے حضرت عمر رضہ کی خدمت میں شکایت کی۔ حضرت عمر نے عمرو بن العاص کے لڑکے کو کوڑے لگانے کا حکم دیا۔ اور والئ مصر سے فرمایا کہ:

"تم نے ان لوگوں کو غلام کب سے بنایا، ان کو ان کی ماؤں نے تو آزاد پیدا کیا تھا۔"

ایک بار ایک غیر مسلم نے حضرت عمر فاروق رضہ سے شکایت کی کہ آپ کی فوجوں کے چلنے سے میری تمام کھیتی برباد ہو گئی۔ آپ نے بیت المال سے اُسے دس ہزار درہم بطور تاوان دلوائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں ایک شخص نے دجلہ کے کنارے گھوڑوں کے لئے ایک رمنہ بنانا چاہا۔ آپ نے بصرہ کے گورنر ابوموسیٰ اشعری کو لکھ بھیجا کہ اگر وہ زمین کسی ذمی کی ملک نہ ہو اور اس میں ذمیوں کی نہر اور کنوئیں سے پانی نہ آتا ہو تو سائل کو یہ زمین دی جائے۔

ایک عیسائی نے حضرت عمر فاروق رضؓ سے کہا کہ "میں وہی عیسائی ہوں جو آج سے قبل فلاں وقت حاضر ہوا تھا۔" حضرت عمرؓ نے جواب میں فرمایا۔ "میں وہی ہوں جس نے تمہارے حسب منشا اسی وقت احکام صادر کر دئے تھے۔"

ایک بار حضرت عمرؓ نے ایک بوڑھے نصرانی کو بھیک مانگتے ہوئے دیکھا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس پر جزیہ لگایا گیا ہے، لیکن وہ جزیہ دینے سے مجبور ہے۔ امیرالمومنین اسے اپنے گھر لے گئے اور کچھ نقد دے کر داروغہ بیت المال سے کہلا بھیجا کہ اس قسم کے معذوروں کے لئے بیت المال سے وظیفہ مقرر کیا جائے۔

آپ نے فرمایا۔ "واللہ یہ انصاف کے خلاف ہے کہ جب تک یہ لوگ جوان رہیں ہم ان کی قوتوں سے فائدہ اٹھالیں۔ اور جب یہ لوگ مجبور ہو جائیں تو ہم ان کو بھیک مانگنے کے لئے چھوڑ دیں۔" اس کے بعد آپ نے اس ذمی کا اور اس جیسے دوسرے ذمیوں کا وظیفہ بیت المال سے جاری کر دیا۔

ایک دفعہ آپ نے چند عیسائی جذامیوں کو دیکھا تو اسی وقت حکم صادر فرمایا کہ بیت المال سے ان کے وظیفے مقرر کئے جائیں۔

قبیلہ بنی بکر بن وائل کے ایک شخص نے حیرہ کے ایک عیسائی کو مار ڈالا۔ حضرت عمرؓ کی خدمت میں جب یہ معاملہ پیش ہوا تو آپ نے حکم دیا کہ قاتل مقتول کے وارثوں کو دے دیا جائے۔ چنانچہ وہ شخص مقتول کے وارث کے حوالے کر دیا گیا اور اس نے قاتل کو قتل کر ڈالا۔ —— یہ تھا طرزِ عمل خلفائے راشدین کا۔

ایک بار امیرالمومنین حضرت عمر فاروق رضؓ اور حضرت علیؓ بیٹھے ہوئے گفتگو کر رہے تھے کہ ایک یہودی آیا اور امیرالمومنین سے کہا کہ "میں علی پر دعویٰ کرنے آیا ہوں۔" امیرالمومنین نے حضرت علی کی طرف دیکھ کر فرمایا۔ "ابوالحسن! سامنے کھڑے ہو کر جواب دہی کرو۔" حضرت علیؓ اٹھے اور امیرالمومنین کے سامنے جواب دہی کے لئے کھڑے ہو گئے، لیکن آپ کی

پیشانی شکن آلود ہو گئی۔ یہودی نے اپنا دعوٰی پیش کیا، لیکن وہ جھوٹا ثابت ہوا۔ جب یہودی چلا گیا تو امیر المومنین نے حضرت علیؓ سے فرمایا۔ "جب آپ کو جواب دہی کے لئے کھڑے ہونے کو کہا گیا تو آپ ناخوش نظر آرہے تھے، کیا عدالت میں یہودی کے برابر کھڑے ہونے سے عار محسوس ہو رہا تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: "نہیں نہیں بات یہ نہ تھی۔ آپ نے مجھے "ابوالحسن" کہہ کر کھڑے ہونے کو کہا تھا۔ اس لئے مجھے خیال ہوا کہ کہیں یہودی یہ نہ سمجھے کہ عدالت کو مدعا علیہ کا لحاظ ہے، جو مدعی کے مقابلے میں اسے عزت کے ساتھ مخاطب کیا گیا ہے۔ اس کا ایسا سمجھنا ہماری عدالت کی شان معدلت کے خلاف ہوتا"

یمن میں کچھ عیسائیوں نے خلافت اسلامیہ کے خلاف سازشوں کا جال بچھا رکھا تھا۔ یمن کے حاکم نے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں اسکی اطلاع بھیجی اور خیال ظاہر کیا کہ ان فتنہ پھیلانے والے عیسائیوں کو یمن سے نکال دیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے حاکم یمن کو جواب میں لکھا:

"یہ صحیح ہے کہ یمن کے عیسائیوں کے ایک طبقہ نے خلافت اسلامیہ کے خلاف سازش کا جال بچھا رکھا ہے، لیکن ان میں بعض عیسائی بے گناہ بھی ہیں۔ یہ انتہائی ظلم ہوگا کہ گناہ گاروں کے ساتھ بے گناہ بھی پس جائیں۔ مناسب یہ ہے کہ عیسائیوں کو اس کے لئے آمادہ کیا جائے کہ وہ اپنی خوشی سے یمن کی بجائے مملکت اسلامیہ کا کوئی بہتر حصہ منتخب کرلیں۔ اگر وہ اس کے لئے آمادہ ہو جائیں تو ان کو ان کے پسند کئے ہوئے علاقہ میں منتقل کر دیا جائے، مگر شرط یہ ہوگی کہ اس پسند کئے ہوئے علاقہ میں ان کے بسنے کے لئے موجودہ مکانوں سے اچھے مکان دئے جائیں۔ اور زراعت کے لئے زمینیں بھی دی جائیں۔"

عیسائیوں نے شام کے سرسبز علاقہ میں بسنے کے لئے آمادگی ظاہر کی، ان کے لئے اچھے مکانوں کا انتظام کیا گیا اور زراعت کے لئے زمینیں بھی دی گئیں۔ کیا دنیا کی تاریخ میں کوئی ایسی مثال پیش کی جاسکتی ہے کہ حکومت کے خلاف سازش کرنے والوں کے ساتھ ایسی رواداری کا سلوک کیا گیا ہو۔؟

حمص کی فتح کے بعد عیسائیوں کے پادریوں کا ایک وفد حضرت عمر فاروقؓ کی خدمت میں آیا، اور عرض کی کہ جنگ کے موقع پر حمص کے چند گرجوں کو نقصان پہنچا ہے، ان گرجوں کی

مرمت کرادی جائے۔ پادریوں نے یہ بھی کہا کہ رومی حکومت کی جانب سے حمص کے گرجوں کو وظائف دئے جاتے تھے۔ یہ وظائف بھی جاری کئے جائیں۔ امیر المومنین نے وفد کو اطمینان دلایا، اور حضرت ابو عبیدہ سپہ سالار کو تحریر فرمایا:

"حمص اور مفتوحہ علاقوں کے گرجے جو دورانِ جنگ میں منہدم ہوگئے ہیں، یا جن کو نقصان پہنچا ہے، ان کی تعمیر اور مرمت کا انتظام کیا جائے۔ گرجاؤں کے اخراجات کے لئے جو عطیہ رومی سلطنت دیتی تھی، ان کی تحقیقات کی جائے اور یہ عطیہ خلافت کے خزانہ سے بدستور ان گرجاؤں کے اخراجات کے لئے جاری کیا جائے۔"

چنانچہ گرجے مرمت کر دئے گئے اور رومی سلطنت سے جو وظائف ملتے تھے۔ وہ خلافتِ اسلامیہ کی جانب سے جاری کر دئے گئے۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو ایک آتش پرست غلام نے شہید کر ڈالا۔ حضرت عمر کے صاحبزادے نے شدتِ غم میں قاتل کو قتل کر دیا۔ حالانکہ ابنِ عمر سے یہ حرکت شدتِ غم کی وجہ سے سرزد ہوئی تھی۔ لیکن عوام میں عدل و انصاف کی جو اسپرٹ پیدا ہوگئی تھی۔ اس بنا پر یہ خیال پیدا ہوا کہ شہید باپ کے بیٹے کو قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کوئی حق نہیں تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جانشین خلیفۂ سوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے اختلاف کیا۔ لیکن انہیں بیت المال سے غیر مسلم مقتول کے وارثوں کو دیت ادا کرنی پڑی

سنہ ۲۶ھ میں اسکندریہ پر رومیوں نے سمندری بیڑے کے ذریعہ حملہ کر کے قبضہ کر لیا۔ اور نہ صرف مسلمانوں ہی کو تہہ و تیغ کیا، بلکہ وہاں کے عیسائیوں پر بھی ظلم و ستم کرنے سے باز نہیں آئے۔ رومیوں کے مظالم سے پریشان ہو کر اسکندریہ کے عیسائیوں نے امیر المومنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں خط بھیجا۔ انہوں نے لکھا کہ "خدا کے لئے آیئے اور ہمیں ہمارے مذہب کو رومیوں سے بچایئے۔ رومی عیسائی ہیں لیکن وہ ہمارے عیسائی ہونے کے باوجود انتہائی نفرت سے دیکھتے ہیں۔ مسلم حکومت کے خاتمہ کے بعد ہماری جان و مال اور آبرو خطرے میں ہے۔ ہم پر بے پناہ ظلم ڈھائے جا رہے ہیں۔ اور ہم سچے دل کے ساتھ دعا کر رہے ہیں کہ پھر مسلمان فاتح کی حیثیت سے اس ملک میں آئیں اور ہمیں رومیوں کے مظالم سے نجات دلائیں۔ ہم نے گذشتہ پانچ سال مسلم حکومت کے

زمانہ میں عافیت اور امن کے ساتھ گذارے ہیں ۔ مسلم دور حکومت میں ہمارا مذہب محفوظ تھا ۔ اور ہماری آبرو محفوظ تھی ۔ لیکن اب کوئی چیز بھی محفوظ نہیں ۔ ہم فریاد کرتے ہیں کہ ہماری مدد کیجئے اور رومی درندوں سے ہمیں بچائیے ۔"

خلیفہ کے حکم سے حضرت عمرو بن عاص کو مصر کا گورنر بنا کر ایک بہت بڑا لشکر روانہ کیا ۔ اور جلد ہی اسکندریہ سے رومیوں کو بھگا دیا ۔ اور اس پہ دوبارہ اسلام کا پرچم لہرانے لگا ۔ اس جنگ میں اسکندریہ کے عیسائیوں نے بھی رومیوں کے خلاف صف آرائی کی ۔ یہاں کے عیسائیوں نے جشنِ فتح میں مسلمانوں سے زیادہ حصہ لیا ۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ | خلیفۂ چہارم حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ذمیوں کے حقوق کا خاص لحاظ رکھتے تھے ۔ ذمیوں نے ایک عامل عمرو ابن مسلمہ کی درشت مزاجی کی شکایت کی تو آپ نے عامل کو تحریر فرمایا :

"مجھے معلوم ہوا ہے کہ تمہارے علاقہ کے ذمی دہقانوں کو تمہاری درشت مزاجی کی شکایت ہے ۔ اس میں کوئی بھلائی نہیں ہے ۔ تم کو سختی اور نرمی دونوں سے کام لینا چاہیئے ۔ لیکن سختی ظلم کی حد تک نہ پہنچ جائے اور نرمی نقصان کی حد تک ۔ ان پہ جو مطالبہ ہوا ہے ، اُسے وصول کیا کرو ، لیکن ان کے خون سے اپنا دامن محفوظ رکھو" (تاریخِ اسلام)

حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں جب ایک مسلمان نے ایک غیر مسلم کو قتل کر دیا ۔ تو آپ نے قاتل کو مقتول کے ورثاء کے سپرد کر دیا ۔ انہوں نے جب خون معاف کر دیا تو آپ نے ان لوگوں سے فرمایا کہ "تم لوگوں پر کسی قسم کا دباؤ تو نہیں دیا گیا ۔" جس کا جواب انہوں نے نفی میں دیا ۔

ذمیوں کی آب پاشی کی ایک نہر پھٹ گئی ۔ ذمیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں عرضی دی تو آپ نے اس جگہ کے عامل قرظہ بن کعب انصاری کو لکھا :

"تمہارے علاقہ کے ذمیوں نے درخواست دی ہے کہ ان کی ایک نہر پھٹ گئی ہے ، جس کا بنانا مسلمانوں کا فرض ہے ، تم اسے درست کروا کر آباد کرا دو ۔ میری عمر کی قسم مجھے اس کا آباد رہنا زیادہ پسند ہے بہ نسبت اس کے کہ وہ ملک سے نکل جائیں یا عاجز و درماندہ ہو جائیں یا ملک کی بھلائی

میں حصہ لینے کے قابل نہ رہیں ۔"

اہل عجم کے ساتھ اس لطف وکرم کا برتاؤ تھا کہ وہ کہتے تھے کہ اس عربی نے نوشیرواں کی یاد تازہ کردی ۔ (تاریخ اسلام)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے عہدِ خلافت میں ایک یہودی نے آپ کے خلاف عدالت میں مقدمہ دائر کیا ۔ آپ ایک عام شخص کی طرح جواب دہی کے لئے عدالت میں حاضر ہوئے ۔

فلسطین کی ایک یہودی عورت نے امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئی ، اور عرض کی کہ میری چار لڑکیاں قابلِ شادی ہیں ۔ میں ایک غریب عورت ہوں لڑکیوں کی شادی نہیں کر سکتی ۔ آپ نے تحقیقات کی اور جب یہ بات معلوم ہوگئی کہ واقعی وہ غریب ہے تو اُسے ایک معقول رقم عطا فرمائی ۔

ایک مرتبہ عراق کی ایک یہودی عورت نے عراق کے عامل کی شکایت کی کہ اس نے سرکاری غرض کے لئے اسکی زمین پر قبضہ کرلیا ہے ۔ حضرت علی رضؓ نے حکم بھیجا کہ " اگر اس یہودی عورت کا بیان درست ہے تو اس کی زمین واپس کردو یا عہدے سے دست بردار ہو جاؤ ۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زرہ گر پڑی اور ایک نصرانی کے ہاتھ لگی ۔ حضرت علی نے اسے دیکھ کر پہچانا اور قاضی شریح کی عدالت میں دعویٰ کیا ۔ نصرانی کا دعویٰ تھا کہ وہ اسکی زرہ ہے ۔ قاضی نے حضرت علی رضؓ سے پوچھا ۔ " آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے ۔؟ " آپ نے فرمایا " نہیں " ۔ قاضی شریح نے نصرانی کے حق میں فیصلہ دیا ۔ اس فیصلہ سے یہودی پر اتنا اثر ہوا کہ مسلمان ہوگیا ۔ اور کہا " یہ تو انبیا جیسا انصاف ہے کہ امیرالمومنین مجھے اپنی عدالت کے قاضی کے سامنے پیش کرتے ہیں ۔ اور قاضی امیرالمومنین کے خلاف فیصلہ دیتا ہے ۔

پنڈت سندر لال (الہ آباد) اپنے ایک مضمون میں لکھتے ہیں :

" ---- جب مسلمانوں کو قیصر اور کسریٰ کی عظیم سلطنتوں پر غلبہ حاصل ہوا ۔ اور عیسائیوں ، یہودیوں اور آتش پرستوں کی ایک بہت بڑی تعداد مسلمانوں کی رعایا بن گئی تو مسلمانوں کے حسنِ سلوک ، مذہبی رواداری اور مساوات ، نیز عدل و انصاف کی بدولت ایک طرف تو بیت المقدس کے عیسائی یہ دعا کرنے پر مجبور ہوگئے تھے کہ " خدا مسلمانوں کو اس شہر پہ حکومت کرنے

کے لئے واپس لائے" اور دوسری طرف ایران کے آتش پرست مسلمانوں کے چوتھے خلیفہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے طرزِ عمل کو دیکھ کر یہ بات کہنے لگے تھے کہ" اس عرب نے تو نوشیرواں عادل کے عہد کو تازہ کر دیا۔"

یہ امر واقع ہے۔ کہ مسلمانوں نے اپنے دور اقتدار میں اپنی غیر مسلم رعایا کے ساتھ بڑی فیاضی کا سلوک کیا۔ اور یہ فیاضی خلفائے راشدین ہی کے دورِ خلافت تک محدود نہیں رہی۔ بلکہ ہر زمانہ میں مسلمان حکمران غیر مسلم رعایا کے ساتھ بڑی محبت اور شفقت کے ساتھ پیش آتے رہے ہیں، کیونکہ اسلام نے ان کو تعلیم دی کہ وہ دنیا کے تمام مذاہب کے ماننے والوں کی دلداری کریں۔

بقیہ : ایک زمینی نشانی

اور حقیقت یہ ہے کہ زوجِ کریم کے مطالعہ کے بعد خدا کی طرف رجوع وانابت کے سوا کوئی چارہ نظر نہیں آتا سوائے کسی عذر لنگ کا سہارا لینے کے۔ کیونکہ یہ وجود خداوندی اور اس کی بے مثال ربوبیت پر ایک قطعی وفیصلہ کن اور مشاہد دلیل ہے جس کے ملاحظہ سے مادیت (MATTERIALISM) کی چولیں ہل جاتی ہیں۔ اور نظریہ ارتقاء (EVOLUTION) کا مصنوعی شیش محل چکنا چور ہو جاتا ہے۔ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہو جاتا ہے کہ جیسا دیس ویسا بھیس کے مصداق اللہ تعالیٰ ہر دور کے حالات ومقتضیات کے مطابق موزوں ومناسب دلائل فراہم کرتا رہتا ہے، تاکہ ہمیشہ خداپرستی کا احیاء ہوتا رہے اور باطل کی شکست وریخت ہوتی رہے۔

یہ صرف ایک مثال ہے ورنہ قرآن حکیم میں اس قسم کے بے شمار اسباق وبصائر موجود ہیں، مظاہر کائنات کے مطالعہ سے دراصل خدا کے وجود، اس کی وحدت، قدرت، ربوبیت اور حکمت ومصلحت کے قطعی دلائل فراہم ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے قرآن شریف میں جگہ جگہ نظامِ کائنات میں غور وفکر کی دعوت دی گئی ہے۔

> مضمون نگار حضرات کی خدمت میں گذارش ہے کہ ماہنامہ الحق کیلئے لکھے جانے والے مضامین کا مسوّدہ صاف ستھرے خط میں کاغذ کے ایک طرف تحریر فرمائیں۔ تاکہ آپ کی محنت کو عمدہ کتابت اور دلکش انداز میں ترتیب دیا جا سکے۔ "ادارہ"